سورۂ قارعہ

مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔ اس میں گیارہ آیتیں ہیں

ماقبل سے ربط سورۂ ماقبل سے اس سورت شریفہ کا ربط اور مناسبت بالکل ظاہر ہے کہ وہاں انسان کی جبلت اور فطرت کا بیان فرماتے ہوئے قیامت کا خوف دلایا گیا تھا تاکہ انسان اپنے محسن حقیقی کو پہچان کر اسی کا ہو رہے اور یہاں قیامت کی ہولناکی کا بیان فرماتے ہوئے مخلصانہ عمل کی ترغیب دی جا رہی ہے اور دکھاوے سناوے کے اعمال کی بے حقیقتی پر روشنی ڈالی جا رہی ہے اور ہر ایک کے نتائج کی خبر دی جا رہی ہے تاکہ انسان غفلت کو چھوڑ کر اپنے مولی کی یاد میں لگا رہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ 101-1

اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ 101-2

101-3

وہ کوٹ ڈالنے والی، کیا ہے وہ کوٹ ڈالنے والی، اور آپ نے کیا سمجھا کیا ہے وہ کوٹ ڈالنے والی؟ ۔

قارعہ کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ۔ القارعة من اسماء یوم القیامة (ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن المنذر، ابن مردویہ) قیامت کے ناموں میں سے اس کا ایک نام "قارعہ" ہے جو قرع سے ماخوذ ہے۔ ایک چیز سے دوسری چیز کو زور سے مارنا جس سے سخت آواز پیدا ہو وہ قارعہ ہے۔ صور پھونکنے یا زلزلہ قیامت سے زبردست دھماکہ ہوگا اور نہایت سخت آواز سنائی دے گی دل دہلا دینے والی، کانوں کو بہرا بنا دینے والی، دماغ کو پاش پاش کر دینے والی، یہ تاثر تو ان ذرا ہوگا۔ آسمان پھٹ جائیں گے اور ان میں جابجا شگاف پڑ جائیں گے۔ اور زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر ہوا میں اڑتے جائیں گے اور ستارے ٹوٹ کر بے نور ہوکر گر جائیں گے۔ ساعت قیامت جس کی یہ صفت ہو اس کا حال کیا بتائیں اور کس کو کیا معلوم کہ وہ ساعت کیا ہے اور کیسی ہولناک ہے؟ ہم ہی اس کا کچھ احوال بتا دیتے ہیں تاکہ خوابیدۂ غفلت انسان چونک جائے اور اپنی نجات کا سامان کرلے۔ یہ ارشاد اسی طرز پر ہے جیسا کہ اس سے پیشتر انتیسویں پارے کی تفسیر میں الحآقة ما الحآقة وما ادرٰلك ما الحآقة۔ گزر چکا ہے۔ اسی پر اسکو بھی سمجھ لیا جائے۔

يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ 101-4
كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝ جس دن ہو دیں لوگ جیسے پتنگے بکھرے ہوئے، اور 101-5
ہو دیں پہاڑ جیسی رنگین اون دھنی ہوئی۔"

کالفراش المبثوث کی تفسیر حضرت قتادہ کالفراش المبثوث کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔ هذا هو الفراش الذی رأیتم یتهافت فی النار۔ (عبد بن حمید، ابن جریر) "فراش" سے یہی پتنگے اور پروانے مراد ہیں جن کو آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ وہ آگ پر (یا چراغ پر) ٹوٹے پڑتے ہیں۔ یعنی کوٹ ڈالنے والی قیامت کی گھڑی اس دن آئے گی جبکہ اس کی دھاکو آواز سن کر لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں اور پروانوں کی طرح نہایت بدنظمی کے ساتھ اِدھر اُدھر بے تحاشا دوڑتے پھریں گے پریشانی اور کس مپرسی کا یہ عالم ہوگا کہ کسی کو اتنی تمیز بھی نہ رہیگی کہ وہ غور کر سکے کہ میں کون ہوں اور مجھے کیا کرنا چاہیئے چراغ کو دیکھ کر پروانے جس طرح ہر طرف سے ٹوٹے پڑتے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر تہ بتہ گرتے جاتے ہیں یہی حال انسانوں کا ہوگا۔ پتنگوں کی کثرت، ان کا انتشار ان کی ذلت وحقارت، اور آمد ورفت کی بے قاعدگی، اور ہر طرف سے اُڑ اُڑ کر چراغ کے اطراف جمع ہونا جو منظر پیش کرتا ہے اس سے کہیں زیادہ اضطراب وانتشار کے

عالم میں داعی کی دل دہلا دینے والی آواز پر ہر سمت سے لوگوں کا دیوانہ وار اکٹھا ہونا ایک خاص سماں پیش کرے گا۔

کالعھن المنفوش کی تفسیر

وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۔ اور ہو جائینگے پہاڑ مانند دھنی ہوئی رنگین روئی یا اُون کے "۔ یعنی یا تو پہاڑوں کا ثقل ہی جاتا رہیگا۔ اور جیسے روئی کے گالے ہوا میں اِدھر اُدھر اڑتے نظر آتے ہیں اس دن بڑے بڑے عظیم الشان پہاڑ اُڑتے دکھائی دیں گے۔ یا یہ کہ پہاڑوں کا ثقل تو بدستور ان میں موجود ہوگا مگر ہوا اس زور کی ہوگی کہ تمام عالم تہ و بالا ہوگا اور بلند بلند پہاڑ اپنی جگہ سے نکل کر روئی کے رنگ برنگ گالوں کی طرح اڑتے جائیں گے۔ روئی کی رنگا رنگی پہاڑوں کے رنگ کے لحاظ سے ہوگی کیونکہ پہاڑ رنگ برنگ کے ہیں سیاہ، سرخ، سبز، سفید وغیرہ۔ جب وہ ہوا میں اڑتے رہیں گے تو روئی کے رنگین گالوں کی طرح نظر آئیں گے۔ جب بڑے بڑے پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح دکھائی دیں گے تو انسان کا پروانے کی طرح ہونا کونسی تعجب کی بات ہوگی۔ اسی سے قیامت کی ہولناکی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ایسی نازک اور کٹھن ساعت کے آنے میں تو کوئی کلام ہو نہیں سکتا۔ منکرین لاکھ انکار کریں مگر یہ ساعت اپنے وقت پر آکر رہیگی۔ جب آنا مسلم ہوا تو اس کی

ہولناکی سے بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے اس پر غور کرنا چاہیئے۔ کیونکہ انسان کی عقل ایسے مواقع پر رہنمائی کرتی ہے کہ بچاؤ کی کوئی صورت ہو سکتی ہے تو اس کو ہاتھ سے جانے نہ دیا جائے۔ اسی کے مدنظر ارشاد باری ہو رہا ہے :۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ 101-

"پھر جس کا پلہ بھاری ہو گا وہ من مانے عیش میں ہو گا" 101-

میزان عدل اور وزن اعمال

قیامت کے ابتدائی احوال یعنی تمام لوگوں کی پروانہ وار سراسیمگی اور پریشانی اور پہاڑوں کا روئی کے گالوں کی طرح اُڑنا، یہ کیفیات عام طور پر ظہور پذیر ہونے کے بعد، انسانوں کے دو گروہ ہو جائیں گے۔ ایسا اس وقت ہو گا جبکہ اُن کے اعمال تولے جائیں گے۔ اور تولنے کے لئے میزان عدل رکھی جائے گی۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے :۔

و نضع الموازين القسط ليوم القيامة فلا تظلم نفس شيئا۔ اور ہم قیامت کے دن میزانات عدل قائم کریں گے۔ پھر کسی نفس پر کچھ بھی ظلم نہ ہو گا"۔ جس نے جیسا عمل کیا ہو گا اس کا ٹھیک ٹھیک وزن، میزان عدل بتا دے گی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں :۔ انه ميزان له لسان و كفتان لا يوزن فيه الا الاعمال۔ یقیناً وہ سچ مچ ترازو ہو گا جس میں ایک "چھڑی" اور

دو پلڑے ہوں گے۔ اس ترازو میں صرف اعمال ہی تولے جائیں گے" تاکہ علی رؤس
الاشہاد ہر ایک کے اچھے برے عمل کا وزن اور اس کی قدر و قیمت نمایاں ہوجائے۔
اور کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے ہم اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے :۔
الوزن حقٌ والمیزان الحقّ۔ اعمال کا تولا جانا حق ہے اور اس کے لئے میزان
عدل قائم کیا جانا بھی حق ہے" اللہ سبحانہ کا ارشاد بھی یہی ہے : الوزن یومئذ الحق۔
اس دن (یعنی روز قیامت اعمال کا) تولا جانا حق ہے"

ثقلت موازینہ کی تفسیر	فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فھو فی عیشۃ راضیۃ پھر جس کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہوگا وہ اپنی پسند کے

مطابق عیش میں ہوگا" یعنی اس سے کہا جائے گا کہ تم جیسی زندگی اور گزران چاہتے ہو
اس کے مطابق سب کچھ تمہارے لئے مہیا کردیا جائے گا۔ یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ
قیامت قائم ہونے کے بعد کا عالم جس کو عالم آخرت کہتے ہیں اس کی شان ہی اور ہوگی
بلند و بالا عظیم الشان پہاڑوں کا وزن تو بے حقیقت ہوکر رہ جائے گا۔ اس دن
ثقل اور وزن کسی چیز کا ہوگا تو عمل کا۔ اور اعمال میں سے بھی عمل خیر کا۔ دنیا میں
اعمال اعراض کی قسم میں شمار ہوتے ہیں جن کا کوئی وزن نہیں ہوا کرتا مگر عالم آخرت کی
کیفیت ہی جداگانہ ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اعمال نامے تولے جائیں گے کسی نے

فرمایا کہ ہر عمل کو اس کی مناسبت اور موزونیت کے لحاظ سے جوہری شکل میں نمودار کیا جائے گا۔ اعمال خیر ہیں تو پاکیزہ اچھی شکل میں اور اگر برے عمل ہوں تو کریہ المنظر بُری صورت میں، بہرحال اعمال تولے جائیں گے جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا یہ علامت اس کے مومن صالح ہونے کی ہوگی جس نے مدۃ العمر اپنی مرضی کو مرضئ الٰہی کے تابع بنائے رکھا تھا اور وہ کام کرتے تھے جو اس قابل ہیں کہ ان کو خاطر میں لایا جائے اور ان کی قدر کی جائے آج اس سے کہا جائے گا کہ تم جیسی زندگی اور جیسا سامان اپنے لئے پسند کرتے ہو ہم تمھاری مرضی کے مطابق سارے انتظامات کئے دیتے ہیں۔

موازین بصیغہ جمع کی توجیہ میزان جس سے اعمال تولے جائیں گے وہ تو ایک ہی ہوگی لیکن موازین بصیغہ جمع جو ارشاد ہوا ہے وہ اشخاص کے اعتبار سے ہے جن کے اعمال وزن کئے جائیں گے۔ یا ایک ہی شخص کے مختلف اعمال (نماز، روزہ، زکاۃ، حج وغیرہ) کے جدا جدا طور پر تولے جانے کے اعتبار سے ہے۔ ہر تول کا وزن الگ الگ ہوگا۔ اور یہ سب مل کر برائی کے پلہ پر غالب ہو جائیں تو یہ اس کی کامیابی کی صورت ہوگی۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ موازین (آلات وزن کشی) متعدد ہوں گے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔ اس صورت میں کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت نہ ہوگی واللہ اعلم

ایمان سے وزن پیدا ہوتا اور اخلاص سے وزن بڑھتا ہے یہاں یہ بات بھی

ذہن نشین رہنی چاہیے کہ عمل کا وزن ایمان پر منحصر ہے اگر ایمان کے ساتھ عمل ہے تو اس عمل میں وزن بھی ہوگا والا فلا۔ اور اخلاص کی وجہ سے وزن میں زیادتی ہوتی ہے تھوڑا سا عمل جو خالصاً لوجہ اللہ ہو ان اعمال سے زیادہ وزنی ہے جن میں اخلاص نہ ہو پھر اخلاص کے بھی مدارج ہیں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ لو ان اھل السماوات السبع والارضین السبع فی کفۃ ولا الہ الا اللہ فی کفۃ مالت بھم۔ (ابن حبان، نسائی بزاعن ابن عمرؓ) اگر ساتوں آسمانوں اور ہفت اقلیم کے ساکنین ترازو کے ایک پلے میں رکھ دیے جائیں اور لا الہ الا اللہ ایک پلے میں ہو تو لا الہ الا اللہ کا پلہ ہی ان سب پر غالب ہوگا۔" حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ لا الہ الا اللہ کی فضیلت کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا:۔ ھی الحق علمھا نوح ابنہ فان السموات لو کانت فی کفۃ لرجحت بھا ولو کانت حلقۃ لقصمتھا۔ (ابن ابی شیبہ) یہ وہ کلمہ طیبہ ہے جس کی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے (ابو العرب حضرت سام) کو (جنہیں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بعد اپنا وصی قرار دیا تھا) تعلیم دی کہ اگر تمام آسمان ترازو کے ایک پلے میں رکھ دیے جائیں اور لا الہ الا اللہ ترازو کے دوسرے پلے میں ہو تو

یہ آخری پلہ ہی جھک جائے گا۔ اور اگر تمام آسمانوں کو ایک حلقہ قرار دیا جائے اور اس پر کلمۂ لا الہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے تو اس کے بوجھ سے آسمانوں کا حلقہ دب جائے گا۔“ اس سے ثابت ہوا کہ اعمال کا اصل ثقل اور وزن ایمان سے ہے اگر یہ نہیں تو عمل کا کوئی وزن نہیں۔ اس کے بعد درجہ ہے اخلاص کا یعنی مومن اگر کوئی عمل خیر کرتا ہے تو اس کا وزن اس کے اخلاص کے لحاظ سے ہوگا۔ جس درجہ اخلاص ہوگا اس درجہ اس کا وزن ہوگا۔ جیسا کہ حدیث اعمال میں بتایا گیا ہے کہ ہر نیکی کا اجر دہ گونہ سے سات سو تک۔ پھر فضل الٰہی بھی ساتھ ساتھ ہے لما قال تعالیٰ واللہ یضاعف لمن یشآء۔ اور اللہ جس کو چاہے اپنے فضل سے اضعافاً مضاعفۃ اجر مرحمت فرمائے۔

101-8 وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ ؕ اور رہا وہ
101-9 جس کی تولیں ہلکی ہوئیں تو اس کا ٹھکانا گڑھا ہے“

خفت موازینہ کی تفسیر

رہا دوسرا گروہ جن کا پلہ ہلکا رہا اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اس کے اعمال نامہ میں کوئی نیکی درج ہی نہ تھی اور دوسری صورت یہ ہے کہ کچھ نیکیاں لکھی تو ہیں مگر برائیوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ برائی کا پلہ ہی غالب ہے۔ دونوں صورتوں میں اس کا ٹھکانا گڑھا ہوگا

کیونکہ ایسا شخص یا کافر ہوگا یا منافق۔ اوپر عرض کیا گیا ہے عمل کا وزن ایمان سے ہے جس سے کافر اور منافق عاری ہے۔ تو وہ کیسے ہی اعمال خیر کرتا رہے اس کے اعمال میں ثقل ہی نہیں۔ فحبطت اعمالھم۔ فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزناً۔

ھاویہ کی تفسیر حضرت قتادہ نے ھاویۃ کی تفسیر میں فرمایا:۔ ھی النار ماواھم وامھم ومصیرھم ومولاھم۔ (عبد بن حمید، ابن جریر) وہ دوزخ کی آگ ہے جو ان کا ٹھکانا بنے گی اور ان کی اصل ثابت ہوگی اور ان کا مرجع قرار پائے گی اور ان کا دوست اور آقا کہلائے گی۔" ماوٰی (ٹھکانا اور جائے پناہ) اس اعتبار سے کہ ہر شخص کا ایک ٹھکانا ہوتا ہے۔ انسان روزانہ اپنے کاروبار کے سلسلے میں نکلتا اور تمام دنیا میں دن بھر پھرتا اور شام کو اپنے ٹھکانے پر آتا ہے اسیطرح یہ شخص بھی ہے کہ اس کا ٹھکانا دوزخ تھا۔ وہاں سے نکل کر دنیا بھر میں پھرتا رہا جب وقت آخر آیا تو اپنے ٹھکانے پر آکر پناہ لی۔ اسیطرح اُم کی تفسیر سمجھ لی جائے کہ دوزخ ماں تھی اور دوزخی اس کا بچہ۔ دن بھر باہر کھیلتا رہا آخر اپنی ماں کی گود میں پناہ لی۔ مصیر اور مولیٰ کی تفسیر کو بھی اس پر قیاس کر لیا جائے۔

ارواح کی ملاقات حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں:۔ اذا قبضت نفس العبد تلقاھا اھل الرحمۃ من عباد اللہ کما یلقون البشیر فی الدنیا

فیقبلون علیہ لیسألوہ فیقول بعضھم لبعض انظروا اخاکم حتی یستریح فانہ کان فی کرب فیقبلون علیہ یسألونہ ما فعل فلان ما فعلت فلانۃ ھل تزوجت فاذا سألوہ عن الرجل مات قبلہ قال لھم انہ قد ھلک فیقولون انا للہ وانا الیہ راجعون ذھب بہ الی امہ الھاویۃ فبئست الام وبئست المربیۃ۔ (ابن المبارک) جب بندے کی روح قبض کی جاتی ہے تو بندگان خدا جو اللہ سبحانہ کی رحمت میں ہیں اس سے ملنے آتے ہیں جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے کہ کوئی دور سے آیا اور کوئی خوشخبری لایا ہو تو لوگ اس سے ملنے آتے ہیں۔ چنانچہ لوگ آتے ہیں تاکہ اس سے حالات دریافت کریں پس اس سلسلہ میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اپنے بھائی کو دیکھنے جاؤ تاکہ اسکو راحت حاصل ہو کیونکہ وہ ایک سختی میں تھا۔ یہ کہنے پر سب لوگ اس کے پاس آتے اور حالات دریافت کرتے ہیں کہ فلاں شخص کیا ہو گیا اور فلاں عورت کیا ہو گئی؟ کیا اس کی شادی ہو گئی؟ (غرض اس قسم کے سوالات کرتے جاتے ہیں اسی سلسلے میں اگر وہ کسی ایسے شخص کے بارے میں دریافت کرتے ہیں جو اس مرنے والے سے پیشتر ہی مر چکا ہو تو ان سے کہہ دیتا ہے کہ وہ تو پیشتر ہی ہلاک ہو چکا۔ یہ سنتے ہی وہ انا للہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کو "ہاویہ" میں پہنچا دیا گیا جو اس کی ماں تھی۔ وہ بہت

بری ماں اور بری تربیت کرنے والی ہے " یعنی دوزخ میں عذاب ہی عذاب ہے۔
اسی مضمون کی روایات حضرت انسؓ، حسن بصریؒ وغیرہم سے بھی مروی ہیں۔

زندوں کے احوال سے ارواح کا باخبر ہونا

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں :۔ عن سعید بن جبیر انہ قیل لہ ھل یأتی الاموات اخبار الاحیاء قال نعم ما من احد لہ حمیم الا یأتیہ اخبارا قاربہ فان کان خیراً سربہ وفرح بہ وان کان شرّاً ابتاس لذلک وحزن حتیّ انھم لیسألون عن الرجل قد مات فیقال الم یأتکم فیقولون لقد خولف بہ الی امّہ الھاویۃ (ابن المبارک) حضرت سعید بن جبیرؓ سے دریافت کیا گیا کہ مرے ہوئے لوگوں کے پاس کیا زندوں کی خبریں آتی رہتی ہیں تو انھوں نے فرمایا کہ ہاں آیا کرتی ہیں۔ کوئی کسی کا دوست ہوتا ہے تو اس کے پاس اسکے قرابتداروں کے احوال (روزانہ مرنے والوں کے ذریعہ) آتے رہتے ہیں۔ اگر اچھی خبر آتی ہے تو وہ اس سے مسرور ہوتے اور خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اور اگر بری خبر آتی ہے تو وہ اس سے دلگیر اور غمگین ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ سلسلہ بہ سلسلہ کیفیات دریافت کرتے ہوئے کسی ایسے شخص کا حال بھی دریافت کرجاتے ہیں جو اس سے پہلے ہی انتقال کرچکا ہے تو وہ (نووارد بندہ) کہتا ہے کیا وہ آپ لوگوں کے پاس ابھی تک نہیں آیا؟

یہ سنتے ہی وہ (سمجھ جاتے ہیں کہ وہ پیشتر ہی ہو چکا اور یہاں نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ)
اس کو اپنی ماں کے پاس جو "ھاویہ" ہے سر کے بل پہنچا دیا گیا ہے۔"

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ع اور کیا سمجھا آپ نے کہ 101-10
وہ (ہاویہ) کیا ہے؟ آگ ہے دہکتی ہوئی۔" 101-11

ھاویہ کی ہولناکی یعنی ھاویہ جس کا بیان اوپر گزرا اے نبی کریم! آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ ھاویہ کیا ہے؟ بظاہر دیکھنے کو تو ایک گڑھا ہے لیکن اس کی حقیقت یہ ہے کہ بس آگ ہی آگ ہے دہکتی ہوئی۔ ٹھنڈی ہونے کا نام نہیں۔ ہر آن اور ہر لمحہ دہکتی ہی جاتی ہے۔ ایسی آگ نہ کبھی دیکھی جا سکی اور نہ کہیں سننے میں آئی۔ دنیا میں جو کچھ اس سلسلہ میں دیکھا یا سنا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ ہر ایک نوع کی آگ ایک وقت سلگائی جاتی ہے تو دوسرے وقت بجھائی بھی جاتی ہے۔ اگر بجھائی بھی نہ جائے جیسے آتش کدہ کی آگ تو جس ایندھن سے اس کو روشن کیا گیا ہے اسکے ختم ہوتے ہی وہ آگ خود بخود سرد پڑ جاتی ہے تا آنکہ اس میں دوسرا ایندھن نہ ڈالا جائے مگر ہاویہ اس آگ کا گڑھا ہے جو کبھی بجھی ہے نہ بجھے گی بلکہ اس کی شدت میں دمبدم اضافہ ہی اضافہ ہوتا رہے گا۔ نسأل اللہ منھا العافیۃ۔ آمین۔

بحث وزن اعمال آخر پر وزن اعمال کے بارے میں کچھ عرض کرتا ہے۔

حضرت سیدنا ابن عباسؓ کی روایت گزر چکی ہے کہ میزان عدل کی ایک چوٹی اور دو پلے ہوں گے۔" نیز حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: خلق اللّٰہ عزّ وجلّ کفتی المیزان مثل السماء والارض۔ (ابن مردویہ) خدائے عزوجل نے میزان عدل کے دونوں پلے آسمان اور زمین کے مانند وسیع وکشادہ بنائے ہیں" جس میں تمام بنی آدم کے اعمال از آدم تا ایں دم تولے جائیں گے۔ ہر ایک شخص کے وہ تمام اعمال جو اس نے عمر بھر صبح سے شام تک۔ اور شام سے صبح تک کئے تھے۔ وزن اعمال کا حکم عام ہے کافر، منافق، مومن، فاسق، سبھی اس میں داخل ہیں۔

عرض فقیر جب کسی چیز کے تولنے کا ذکر آتا ہے تو تصور میں ہمیشہ یہ بات آتی ہے کہ تمام سامان وغیرہ ترازو میں تولے جاتے ہیں اور اس کے دو پلے ہوتے ہیں۔ مگر اب سائنس کی مادی دنیا میں ناپ، تول کے اتنے مختلف پیمانے نکلے ہیں کہ انکو دیکھنے کے بعد اعمال وافعال وکلام اچھے بُرے یہ سب محفوظ ہوئے جارہے ہیں۔ تولے جارہے ہیں، ناپے جارہے ہیں۔ ان کے اندازے کئے جارہے ہیں۔ رتی برابر بلکہ ذرات تک بھی حسابی حدود سے باہر نہیں رہے مثلاً انسان کے ایک بخار ہی کی کیفیت کو لیجئے جب تک مقیاس الحرارۃ ایجاد نہیں ہوا تھا بخار کا ناپنا یا تولنا مشکل

نظر آتا تھا۔ مگر اب روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ انسان کی حرارت غریزی جب صحت کی حالت میں ہو تو اس کو نارمل کہتے ہیں۔ پارہ ۹۸ ½ رہتا ہے جب مزاج میں کچھ خرابی پیدا ہوتی ہے تو وہی پارہ حد اعتدال سے بڑھ جاتا یا گھٹ جاتا ہے جس کو خطرناک سمجھا جاتا ہے۔ اس حرارت کو ہم مقیاس الحرارت کے ذریعہ تول لیتے ہیں ناپ لیتے ہیں۔ اس مقیاس الحرارۃ کو زبان کے نیچے رکھ کر یا بغل کے نیچے رکھ کر آدھے منٹ میں کہہ دیتے ہیں کہ حرارت اتنی ہے۔ اسی طرح جب حرارت غریزی انسان کے جسم سے رفتہ رفتہ کم ہونے لگتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ پارہ ۹۵ ہوا۔ اگر اس سے بھی نیچے گر جائے تو اس کو جان کا خطرہ سمجھتے ہیں۔ یہ بھی ایک میزان ہے۔ ناپ تول ہے۔ اسی طرح سردی گرمی معلوم کرنے کے بھی مقیاس ہوتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آج پارہ حرارت ۱۰۱ ہے یا ۱۱۰ ہے شدید گرمی ہے۔

ہوائی جہاز طیارے فضاء سما میں ہزاروں میل کا سفر کرتے ہیں اور انھیں پیمانوں کے ذریعہ یہ معلوم کرتے ہیں کہ یہ طیارہ اتنی بلندی پر ہے اس رفتار سے جا رہا ہے۔ جب انسان ضعیف البنیان نے اپنے علم ناقص کے زور سے پیمانوں اور ترازوں اور میزانوں کے اس طرح مختلف النوع ایجادات کر لئے ہیں اور یہ روزانہ کے مشاہدات ہیں۔ نیز رکاڈوں کے ذریعہ آواز کا حسن و قبح اس کی بلندی و پستی۔ زبانوں کا اختلاف

ترکی، ایرانی، افغانی، اردو، عربی یہ سب آوازیں اعراض ہیں مگر سب کا رکارڈ محفوظ ہوتا ہے ان رکارڈوں کے ذریعہ ہی آوازوں کا اندازہ کیا جاتا ہے کہ یہ کتنی بلند ہے اور کتنی پست ہے کیسی سریلی ہے اور کیسی کرخت ہے۔ یہ ہیں آوازوں کے پیمانے۔

پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اعمال حسنات وسیئات تولنے کے لئے دو پلے والی ترازو ہی کو مخصوص قرار دیں۔ میزان کیسی ہے اسکو علم الٰہی کے حوالہ کرنا ہی اولیٰ ہے۔

اہل محشر کے طبقات علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے علمائے اہل السنۃ والجماعۃ نے تمام لوگوں کے تین طبقے قرار دئے ہیں۔ ایک طبقہ متقین ابرار کا۔ جن سے کوئی گناہ کبیرہ سرزد نہیں ہوا۔ صغیرہ کا کیا ذکر کہ ان کا کفارہ ہوتا ہی رہا۔ ایک ایک نیک کام کیا گیا تو ان الحسنات یذھبن السیئات کے بموجب صغائر دور ہوتے رہے۔ قیامت میں ان کے اعمال تولے جائیں گے تو نورانی روشن پلہ جس میں نیکیاں ڈالی جائیں گی جھک جائے گا۔ اور ظلمانی تاریک پلہ خالی ہی ہوگا اس لئے وہ اوپر اٹھ جائے گا۔ دوسرا طبقہ کفار کا، ان کا کفر اور معاصی ظلمانی پلے میں ڈال دئے جائیں گے۔ اس کے ساتھ اگر کسی کافر نے کچھ نیک کام بھی کئے تھے۔ جیسے صلہ رحمی وغیرہ تو وہ دوسرے پلے میں ڈالے جائیں گے۔

مگر ظاہر ہے کہ کافر کتنی ہی نیکیاں کرے آخرت میں ان کا کوئی وزن ہی نہ ہوگا کیونکہ دنیا ہی میں اس کا بدلہ دے دیا گیا ہوگا ولو بالفرض کچھ وزن تسلیم بھی کرلیا جائے تو ان کا وزن کفر کے مقابلے میں بے حقیقت اور ہیچ ہوگا جیساکہ صحیحین کی حدیث شریف ہے حضور اقدس و اشرف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انه ليأتي الرجل العظيم السمين يوم القيامة لا يزن عند الله جناح بعوضة ثم قرأ فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا۔ ایک ایک قدآور موٹے چکنے کافر کو قیامت کے دن لایا جائے گا مگر اللہ سبحانہ کے نزدیک مچھر کے ایک پر کے برابر بھی اس کا وزن نہ ہوگا۔ پھر آپ نے اس آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی (جو اوپر سنائی گئی جس کا ترجمہ یہ ہے) قیامت کے دن ان کفار کا ہم کچھ بھی وزن شمار نہ کریں گے" اللہ سبحانہ کے نزدیک جب کافر کی ہی کوئی قدر نہیں تو اس کے عمل کا کیا ٹھکانا ہوگا؟ حبطت اعمالھم۔ تیسرا طبقہ فساق مومنین کا ہوگا۔ جن کی نیکیاں ترازو کے نورانی روشن پلے میں اور برائیاں ظلمانی تاریک پلے میں ڈالی جائیں گی۔ اس کے بعد اگر حسنات کا پلہ غالب رہا تو اس کو جنت میں داخل کردیا جائے گا۔ اور اگر برائیوں کو غلبہ رہا تو اس کا فیصلہ مشیئت الٰہی پر موقوف رہیگا اگر اللہ سبحانہ چاہے تو بقدر گناہ اس کو سزا دے اور اگر چاہے تو اس کو بخش دے

اور داخل جنت فرمائے۔ اور اگر دونوں پلّے مساوی رہیں ایک کو دوسرے پر غلبہ اور ترجیح نہ ہو تو ان کا مقام اعراف ہو گا۔ جہاں ایک طرف جنت کو دیکھکر ترستے اور دوسری طرف دوزخ کو دیکھ کر سہمے رہیں گے۔ اسی حالت میں ایک عرصہ تک گزاریں گے۔ پھر فضل الٰہی سے جنت میں داخل ہوں گے۔ ایسا اس صورت میں ہو گا جبکہ گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہو۔ اور اگر حقوق العباد متعلق ہوں تو نیکیاں کاٹ کاٹ کر صاحب حق کو دلائی جائینگی جس کی حق تلفی کی گئی تھی۔ اگر نیکیاں تمام کی تمام دے دی گئیں پھر بھی حقوق العباد کی تلافی نہ ہو سکی تو جن کی حق تلفی کی گئی ان کی برائیاں اس ظالم کے اعمال میں منتقل کر دی جائینگی اور اس کی سزا بھگتنی ہو گی اس کے بعد کہیں ایمان کی بدولت اس کا چھٹکارا ہو گا۔

مضمون صدر کی تائید حضرت احمد بن حرب فرماتے ہیں: یبعث الناس یوم القیامۃ ثلاث فرق فرقۃ الاغنیاء بالاعمال الصالحۃ وفرقۃ الفقراء وفرقۃ الاغنیاء ثم یصیرون فقراء مفالیس بالتبعات۔ (مظہری) قیامت میں قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد لوگ تین گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک گروہ اغنیا کا ہو گا جن کی غنا و تونگری اعمال صالحہ کی بدولت ہو گی یعنی ان کے اعمال صالحہ اتنے ہوں گے جو ان کی نجات کے لئے کافی ہوں گے۔

اور ایک گروہ خالی ہاتھ والوں کا ہوگا کہ انھوں نے دنیا میں آکر کچھ بھی نہیں کمایا جیسے خالی ہاتھ آئے تھے ویسے ہی چلے گئے۔ اور ایک گروہ ان لوگوں کا ہوگا جو تھے تو اغنیا، مگر ان کے ذمہ لوگوں کے اتنے حقوق لگے ہوئے ہوں گے کہ ان کی پابجائی ان کے اعمال صالحہ سے کرتے کرتے نوبت یہاں تک پہنچ جائیگی کہ یہ بھی خالی ہاتھ مفلس رہ جائنگے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حقوق العباد کی اہمیت حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں:۔ انک ان تلقی اللہ تبارک و تعالیٰ بسبعین ذنبا فیما بینک وبینہ اھون علیک من ان تلقاہ بذنب واحد فیما بینک وبین العباد۔ اگر تم حقوق اللہ سے متعلق ستر گناہ کرکے اللہ سبحانہ سے جاملو تو یہ بہت آسان ہے اس کے مقابلے میں کہ حقوق العباد سے متعلق ایک گناہ کرکے اللہ پاک سے جاملو۔ یہ اس لئے کہ اللہ سبحانہ غنی کریم ہے۔ اگر ستر گناہ بھی کرکے جاؤ تو امید ہے کہ عفو و مغفرت سے کام لے۔ لیکن کسی بندے سے کیا توقع ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی ایک رتی یا ایک پائی چھوڑ دیگا۔ واللہ الغنی وانتم الفقراء۔

میزان کی نزاکت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:۔ یحاسب الناس یوم القیامۃ فمن کانت حسناتہ اکثر من سیئاتہ

بواحدۃ دخل الجنۃ ومن کانت سیئاتہ اکثر من حسناتہ دخل النار۔ قال وان المیزان یخف بمثقال حبۃ ویرجح ومن استوت حسناتہ وسیئاتہ کان من اصحاب الاعراف فوقفوا علی الصراط۔ (مظہری) قیامت کے دن لوگوں کے اعمال کا حساب کیا جائے گا۔ جس کی برائیوں پر ایک نیکی بھی زائد ہوگی تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور اگر ایک برائی بھی زیادہ ہوگی تو وہ دوزخ میں جائے گا۔ یہ بھی فرمایا کہ میزان عدل اس شان کا صحیح تول بتانے والی ہوگی کہ ایک حبہ بھی ہو تو پلہ اٹھ جائے گا اور اگر ایک حبہ زائد ہو تو پلہ جھک جائیگا۔ اور جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر برابر ہوں تو (ترازو کے دونوں پلے برابر ہوں گے اور) وہ اہل اعراف میں شامل ہوکر پل (صراط) ہی پر روک دیا جائے گا " نہ آر نہ پار۔ تا آنکہ اس زحمت میں کسی برائی کی تلافی ہوجائے تو نیکی کا پلہ جھک جائے گا اور وہ جنت میں جا داخل ہوگا۔

وہ لوگ جن کے اعمال تولے نہیں جائینگے

علامہ قرطبی یہ بھی فرماتے ہیں کہ میزان عمل ہر شخص کیلئے قائم نہیں کی جائے گی کیونکہ ایسے اصحاب بھی ہیں جن کی نسبت نصوص قطعیہ میں صراحت ہے کہ وہ بغیر کسی حساب و کتاب کے جنت میں بھیج دیئے جائیں گے۔ چنانچہ امام غزالیؒ نے فرمایا:۔ السبعون الف الذین یدخلون الجنۃ بغیر حساب لا یوضع لھم میزان ولا یاخذون صحفا انما ھی براءۃ مکتوبۃ ھذہ براءۃ فلاں بن فلاں ۔ ستر ہزار ایسے ہوں گے جو بغیر کسی حساب کے جنت میں داخل ہوں گے ان کے اعمال تولنے کے لئے ترازو قائم کرنے کی ضرورت ہی نہ ہو گی اور نہ ان کو اپنا نامۂ اعمال لئے پھرنے کی حاجت ہو گی ۔ صرف ایک براءت نامہ تحریر کیا ہوا ساتھ ہو گا جس پر لکھا ہو گا:۔ "یہ فلاں بن فلاں کی براءت اور نجات کی دستاویز ہے" یہ وہ لوگ ہیں کہ اذا رأوا ذکر اللہ ۔ "ان کو دیکھتے ہی خدا یاد آجاتا ہے" اسی طرح انتہائی بد یعنی کفار فجار کے لئے بھی ناپ تول کی ضرورت نہ ہو گی کیونکہ ان کا نتیجہ معلوم ہے ۔ کما قال تعالیٰ یعرف المجرمون بسیماھم فیؤخذ بالنواصی والاقدام "گنہگار مجرم اُن کے بشرے سے پہچانے جائیں گے پھر ان کو پیشانی (کے بال) پکڑ کر اور کسی کو ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹا جائے گا"

اہل بلا کے اعمال بھی نہیں تولے جائینگے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ۔ تنصب الموازین ویوتیٰ باھل الصلاۃ فیوفون اجورھم بالموازین ویوتیٰ باھل الحج فیوفون اجورھم بالموازین ویوتیٰ باھل البلا فلا ینصب لھم میزان ولا ینشر لھم دیوان ویصب لھم الاجر صباً بغیر حساب حتی یتمنی اھل العافیۃ انھم کانوا فی الدنیا تقرض اجسادھم بالمقاریض مما یذھب بہ اھل البلاء من الفضل۔ وذلک انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ (اصبہانی) ترازو نصب کئے جائیں گے اور نمازیوں کو لایا جائے گا پھر (ان کی نمازوں کا) اجر تول تول کر پورا پورا دیدیا جائیگا۔ اور حُجاج کو لایا جائے گا ان کو بھی ادائیگی حج کا پورا پورا اجر تول تول کر دیدیا جائے گا۔ (اسی طرح روزہ، زکاۃ، اور تمام طاعات و عبادات، خیرات و مبرات کا ثواب وزن کرکے اہل خیر کو دیا جائے گا۔) پھر ان اصحاب کو لایا جائے گا جو بلاؤں میں مبتلا اور مصائب و آلام کا شکار بنے رہے۔ ان کے لئے ترازو نصب نہیں کئے جائیں گے اور نہ ان کا دفترِ اعمال کھولا جائے گا (کیونکہ ان بزرگوں پر جو کچھ گزری کراماً کاتبین کو اسکی

کیا خبر؟ وہ نامۂ اعمال میں لکھتے تو کیا لکھتے اور قیامت میں اس کا اجر مشخص کرتے تو تشخیص اجر کا معیار کیا ہوتا؟ اس لئے حکم ہوگا کہ اہل بلاء کو اجر بے حساب دو چنانچہ ان کو بے حساب اجر بھر بھر کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جن کی زندگی عافیت و آرام کے ساتھ گزری ان کو تمنا ہوگی۔ کاش! دنیا میں ہمارے جسم کی ایک ایک بوٹی قینچیوں سے کتر دی جاتی (اور ہم اس کی تکلیف اٹھاتے) اور مبتلایان بلا جیسا بے حساب اجر فضل الٰہی سے لے جا رہے ہیں ہم بھی لے جاتے۔ اس کا ثبوت اس آیۂ کریمہ میں موجود ہے:۔ انّما یوفّی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ صرف صبر کرنے والے ہی وہ (مبارک گروہ) ہیں جن کو (اپنے صبر کا) پورا پورا اجر بے حساب بھر بھر کر دیا جائے گا۔" اس حدیث شریف میں موازین بصیغہ جمع نصب کئے جانے کی صراحت ہے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور حدیث شریف سے بھی جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے جس کو طبرانی اور ابو یعلی نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے حدیث بالا کی تائید ہوتی ہے۔

اہل بلا کے اقسام اہل بلا صرف وہی نہیں جو آفات و آلام میں مبتلا رہے ان میں وہ عاشقان خداؐ اور رسولؐ بھی ہیں جو حُبّ فی اللہ کے میدان میں طرح طرح کی آزمائشوں کا نشانہ بنے رہے۔ پھر ان آزمائشوں میں نہ صرف صبر و استقامت کا

ثبوت دیا بلکہ ایک ایک امتحان کو خوشی خوشی گوارا کیا اور اس سے اس طرح راضی اور خوشنود رہے جیسے کسی عطا پر انسان راضی رہتا ہے، علمائے ربانیین جو ایک ایک مسئلہ کی تلاش میں راتوں رات، دنوں دن مشغول و منہمک رہے۔ اور صوفیائے کرام جو دوام ذکر اور ذات وصفات باری میں مستغرق رہے یہ بھی انھیں اہل بلا میں شامل ہیں۔ اسی طرح ایک گروہ اہل بکا کا ہے تضرع وزاری ان کی صفت ہے۔ حضرت معقل بن یسارؓ فرماتے ہیں کہ حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ ما من شیئ الا ولہ مقدار و میزان الا الدمعۃ فانھا یطفی بھا بحار من نار (بیہقی) ہر چیز کا ایک اندازہ ہے اور اس کا ایک وزن ہے مگر (اہل بکا و کے) آنسو کہ ان کے (ایک ایک آنسو) سے آگ کے کئی سمندر بجھا دئے جاسکتے ہیں۔"

بعض اہل بلا کے اعمال تولے جاتے ہیں مبتلایان بلیات کے اعمال تولے نہ جانا جو اوپر بتلایا گیا ہے یہ کوئی کلیہ قاعدہ نہیں بلکہ اکثریہ ہے۔ ورنہ کتب احادیث شریف میں بعض روایات ایسی بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بلا کے اعمال بھی تولے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ بخٍ بخٍ بخمس ما اثقلھن فی المیزان لا الہ الا اللہ

وسبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر والولد الصالح یتوفی للمسلم فیحتسبہ (نسائی، ابن حبان، حاکم، بزاز، امام احمد، طبرانی) کیا ہی خوشی اور مسرت کی پانچ باتیں ہیں کہ میزان میں ان کا وزن نہایت ہی گراں قدر ہوگا۔ پہلا لا الہ الا اللہ کہ اللہ سبحانہ کے سوا پوری کائنات میں کوئی ہستی لائق عبادت نہیں۔ دوسرا سبحان اللہ۔ اللہ سبحانہ کی ذات والاصفات ہر عیب اور ہر ایسے وصف سے پاک ہے جو اس کی خدائی کے شایاں نہیں۔ تیسرا کلمہ الحمد للہ۔ ساری تعریفیں اللہ سبحانہ کے لئے مختص ہیں۔ چوتھا کلمہ اللہ اکبر یعنی اللہ سبحانہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ اور پانچواں نیک لڑکا کسی مسلمان کا وفات پاتا ہے اور وہ مسلمان (باپ) اس کا اجر اللہ سبحانہ پر چھوڑ دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کا ماں باپ کے سامنے انتقال کر جانا جو بڑی بلا اور مصیبت ہے اس کو تولا جائے گا اور اس کا وزن اور بلاؤں کے مقابلے میں زیادہ بھاری ہوگا۔

عرض فقیر فقیر عرض کرتا ہے کہ بلائیں اور امتحانات جو اللہ سبحانہ کی طرف سے لئے جاتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کو ہر کوئی دیکھتا اور جانتا ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی مرض میں مبتلا ہو یا پھوڑا پھنسی نکل آئے یا زخم لگ جائے۔ ایسی بلاؤں کو تولا جائے گا۔ دوسری قسم وہ جو کسی کو نظر نہ آئے جیسے درد اور تکلیف، غم و اندوہ

فکرو تردد وغیرہ جو نہ کسی کو دکھایا جاسکے اور نہ اس کو بیان کیا جاسکے۔ ایسی بلاؤں کو تولا نہیں جائے گا۔ جو لوگ ان بلاؤں پر صبر کریں گے ان کو اجر بھر بھر کر دیا جائے گا۔ جس پر دوسروں کو رشک ہوگا۔ واللہ اعلم۔

ایک انصاری صحابی کا تاثر

مسند ابویعلی میں ایک انصاری صحابی کا واقعہ لکھا ہے جن کو کوئی چیز پچتی نہ تھی۔ اور حالت نازک سے نازک تر ہوتی جا رہی تھی حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو انھوں نے عرض کیا: — یارسول اللہ مررت بك وانت تصلی المغرب فصلیت معك وانت تقرأ هذه السورة القارعة ما القارعة الی آخرها نار حامية فقلت اللهم ما كان من ذنب انت معذبی عليه فی الآخرة فعجل لی عقوبة فی الدنيا فنزل بی ما تری یارسول اللہ! ایک دفعہ میں حاضر خدمت ہوا آپ اس وقت نماز مغرب ادا فرما رہے تھے۔ میں نے بھی آپ کے ساتھ نماز

ادا کی۔ نماز میں آپ سورۂ القارعۃ ما القارعۃ پڑھتے ہوئے جب آخری آیت نار حامیۃ تلاوت فرمائی تو میں نے دعا کی۔ الٰہی! مجھ سے جو کوئی گناہ ایسا صادر ہوا ہو جس پر آخرت میں مجھے سزا ملنے والی ہے تو وہ سزا آج ہی دنیا میں مجھے دے دیجئے۔ اس کے بعد ہی میری صورت حال یہ ہوگئی ہے۔

ارشاد اقدس قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بئس ما قلت الّا سألت اللّٰہ ان یؤتیك فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ و یقیك عذاب النار فامرہ النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم فدعا بذلك ودعا لہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقام کانما نشط من عقال۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تم نے جو التجا کی کچھ ٹھیک کام نہ کیا۔ اللّٰہ سبحانہ سے یہ التجا کیوں نہ کی کہ تم کو دنیا میں بھی بھلائی سے ہمکنار کرے اور آخرت میں بھی اچھا سلوک فرمائے اور تم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے؟ پھر ان کو آپ نے حکم دیا کہ خیر اب یہ دعا کرو:— ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ و قنا عذاب النار۔

چنانچہ انصاری صحابی نے یہ دعا کی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دعا فرمائی۔ پھر کیا تھا کہ ان کی طبیعت اتنی سنبھل گئی کہ کچھ تھا ہی نہیں۔“

الحمد للہ کہ قاریة کی تفسیر ختم ہوئی۔ وصلی اللہ تعالی وسلم علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔